ریسرچ جرنل تحقیق

جلد04، شمارہ 02، دسمبر 2023

ڈاکٹر عمران ظفر

چیئرمین شعبہ اردو، گورنمنٹ گریجویٹ کالج جھنگ

عامر بشیر / ثوبیہ ارشد

ایم فل اردو، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس

Dr. Imran Zafar
Chairman Urdu Department, Government Graduate College Jhang
Aamir Bashir / Sobia Arshad
MPhil Urdu, Rafah International University, Faisalabad Campus

ڈاکٹر مظہر عباس رضوی بحیثیت مزاح نگار

eISSN: 2789-6331
pISSN: 2789-4169

Copyright: © 2023 by the authors. open-This is an article access distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT:
Humor is the integral part of human life. Humor and satire writer reveals the bitter realities of his surrounding by wearing the veil of Humor. The yeast of the Urdu language is mixed with different languages and people of different schools of thought have contributed to its development. Somewhere in its garden, writers having military background are seen parading around to explore the new windows of humor, and elsewhere, people from the field of medical are also seen to write prescriptions of humor to end social injustice. If the doctor has the power of humor and is interested in poetry, He is capable of healing the patient with his eloquent language and speech even without medicine which could be more effective as compare to a general physician. Dr. Mazhar Abbas Rizvi is one of the most revered doctors in the 21st century. While taking a dig at social inequalities and unendurable attitudes, he also criticized his own profession while highlighting its negative aspects. In his poetry he describes almost every aspect of life and showed his grievances in a humorous way. His sense of jocularity becomes more entertaining and fascinating while describing the life from different angles. This article not only discusses the writing style but also reflects the way of Dr. Mazhar Abbas Rizvi used to reflect aesthetic sense to show his inclination towards humor.

KEYWORDS: Dr. Mazhar Abbas Rizvi, Humor, Urdu, Writer.

اردو زبان کا خمیر بہت سی زبانوں سے گُندھا ہے جس کی بدولت یہ اپنے اندر دنیا کی ہر زبان کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔اردو ادب کی ترقی و نشوونما میں مختلف مذاہب اور قومیت کے افراد نے اپنا حصہ ڈالا اوراسے ہر مکتبِ فکر کے حامل افراد کا ساتھ میسر رہا۔اردو نثر اور شاعری میں جہاں درس و تدریس سے منسلک افراد نے اس چمن کی آبیاری کی وہیں عساکرِ مملکت بھی اردو ادب کی

بنیادوں کو مضبوط تر بنانے میں قلم و قرطاس کے اسلحہ سے لیس نظر آتے ہیں۔ کہیں انجینئرز اپنی تحریروں سے اردو کو دوسری زبان و ادب کے ساتھ ملانے میں پُل کا کام کرتے ہوئے ملتے ہیں تو کہیں شعبہ طب کے مسیحا معاشرتی ناہمواریوں اور کج رویوں کی سرجری کرنے میں ہمہ وقت مصروف ہیں۔ طبیب کو اگر طنز و مزاح پر قدرت ہو اور شاعری سے دلچسپی بھی ہو تو یہ کسی اکسیرِ خاص سے کم نہیں ہوتا۔ وہ دوا کے بغیر بھی اپنے شگفتہ زبان و بیان سے مریض کو تندرست کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اکیسویں صدی میں وطن عزیز کے ایسے درد مند مسیحاؤں میں ایک معتبر نام ڈاکٹر مظہر عباس رضوی کا ہے۔ آپ ۹ مارچ ۱۹۶۴ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ پیشے کے اعتبار سے شعبہ طب سے وابستہ ہیں اور آج کل ادارہ برائے معذوراں NIRM میں بطور ماہر امراضِ بچگان و صدر شعبہ پیڈیاٹرک اپنے فرائضِ منصبی ادا کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر مظہر عباس رضوی نے ڈاکٹری کو بطور پیشہ اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اردو ادب کی مشکل صنف شاعری سے تعلق استوار کیا اس پر مستزاد انھوں نے شاعری میں طنزیہ و مزاحیہ کلام میں طبع آزمائی کی۔ ایک طرف انھوں نے طنز و مزاح سے بھرپور شاعری کی کتابیں لکھیں تو دوسری جانب اہلِ بیت کی محبت میں رثائی ادب میں بھی خوب نام کمایا۔ مزاحیہ شاعری پر ان کی درج ذیل کتب منظرِ عام پر آچکی ہیں:-

۱۔	"ہوئے ڈاکٹری میں رسوا" (مزاحیہ شاعری)	اشاعت ۱۹۹۹ء
۲۔	"دوا بیچتے ہیں" (مزاحیہ شاعری)	اشاعت ۲۰۰۳ء
۳۔	"گڑبڑ گھٹالہ" (مزاحیہ شاعری)	اشاعت ۲۰۰۵ء
۴۔	"ہنسپتالی شاعری" (مزاحیہ شاعری)	اشاعت ۲۰۱۰ء
۵۔	"سخن ظریفی" (مزاحیہ شاعری)	اشاعت ۲۰۱۵ء
۶۔	"ظریفانہ آئے ہنسا کر چلے" (مزاحیہ شاعری)	ای بُک

ڈاکٹر مظہر عباس رضوی کا پہلا شعری مجموعہ **"ہوئے ڈاکٹری میں رسوا"** ۱۹۹۹ء میں منظر عام پر آیا۔ اس کتاب میں ان کا کلام غزل، نظم اور قطعہ کی ہیئت میں ملتا ہے۔ ان کے کلام میں شامل مزاح قاری کو ہنسی ضبط کرنے سے قاصر کر دیتا ہے۔ وہ خود بھی اپنی اس کتاب کو اپنے تجربات اور مشاہدات کا ماحصل قرار دیتے ہیں۔

ڈاکٹر موصوف کا یہ پہلا مجموعہ ایسے شگفتہ کلام پر مشتمل ہے جس کی نظموں اور غزلوں میں ڈاکٹری کے پیشے پر طنز کی خوب نشتر زنی کی گئی ہے۔ انھوں نے طب کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو اپنی شاعری میں خوب سے خوب تر انداز میں استعمال کیا ہے۔ معاشرتی بے اعتدالیوں، ناہمواریوں، کج رویوں پر طنز کی چوٹ کی کرتے ہوئے اپنے پیشے کو بھی خوب آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے اس کی کمیوں اور کوتاہیوں کو دیکھ کر آنکھیں بند نہیں کیں بلکہ جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کمزور پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر ڈاکٹر مظہر عباس رضوی نے اپنی اس کتاب میں من جملہ کلام کا مرکز شعبہ طب اور اس سے متعلقات کو ہی رکھا ہے۔ انھوں نے ہسپتال، دواؤں، ڈاکٹروں، مریضوں اور مریضوں سے منسلک افراد اور ان کے رویوں کو بیان کیا۔ ان امور کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ وہ چند معاشرتی تلخیوں کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ اس ساری صورتِ حال کو ڈاکٹر مظہر عباس رضوی ایک قطعہ میں یوں بیان کرتے ہیں:

”ایم ایل سی رپورٹ "جوانی میں لکھ کے ہم
کرتے رہے قیام شہادت کا انتظار
اب ہوچکے ہیں گرچہ ریٹائرڈ خیر سے
ڈر ہے "سمن" لحد میں نہ مل جائے ہوشیار[۱]

اکیسویں صدی میں ڈاکٹر مظہر عباس کی پہلی جبکہ طنز و مزاحیہ شاعری پر مشتمل مجموعی طور پر دوسری تصنیف **"دوا بیچتے ہیں"** کے نام سے ۲۰۰۳ء میں منظر عام پر آئی۔ اس کتاب کا پیش لفظ ڈاکٹر انعام الحق جاوید صاحب کا تحریر کردہ ہے۔ مزاحیہ ادب کی افادیت ویسے تو ہر دور میں رہی ہے، لیکن جب معاشرے میں آہوں اور سسکیوں نے گھر کر لیا ہو، جب مسکراہٹوں کی جگہ اداسیاں چھا جائیں، قہقہے چیخ پکار میں بدل جائیں تو معاشرے کا ادیب اس معاشرتی گھٹن اور افسردگی کو اپنے ادب کی تازگی سے سانس لینے کے قابل بناتا ہے۔ ایسے میں لوگوں کو ذہنی تازگی بخشنے کے لیے مزاحیہ شاعری ایک تھراپی کا کام کرتی ہے۔ ڈاکٹر مظہر عباس رضوی جن کا اوڑھنا بچھونا ڈاکٹری ہے وہ اپنے اسٹیتھو سکوپ سے مریضوں کی دھڑکن چیک کرتے ہیں تو دوا کے ساتھ ساتھ اپنی شاعری سے ان کی ذہنی تھراپی کرتے ہیں۔ سرفراز شاہد اردو مزاحیہ شاعری میں اپنا ایک منفرد و معتبر مقام رکھتے ہیں وہ ڈاکٹر مظہر عباس کی کتاب کا دیباچہ بعنوان "ڈاکٹر مظہر عباس۔ ایک ہیومر تھراپسٹ "لکھتے ہیں۔ وہ مظہر عباس رضوی کے ہنر کے معترف نظر آتے ہیں۔ دیباچے میں وہ اپنی رائے کچھ اس انداز میں پیش کرتے ہیں:

> ”خوش قسمتی سے پچھلی دو دہائیوں میں آسمانِ ادب پر مزاح نگاروں بالخصوص مزاح گو شعرا کی ایک کہکشاں مسلسل نظر آتی ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ اس کہکشاں کے کئی روشن ستارے ماند پڑ گئے ۔ سید محمد جعفری، سید ضمیر جعفری، دلاور فگار، نیاز سواتی اور عبیر ابوذری جیسے نامور مزاح گو شعرا ہم سے رخصت ہوگئے۔ بزم طنز و مزاح کی روشنی مدھم ہوتی جا رہی ہے۔ تاہم انور مسعود، عنایت علی خان، ضیاء الحق قاسمی، انعام الحق جاوید اور دوسرے شعراء کا دم غنیمت ہے جو شمع ظرافت کو فروزاں کیے ہوئے ہے۔ اس محفل میں ڈاکٹر مظہر عباس رضوی کی آمد ایک اچھا شگون ہے۔“[۲]

بہت سے شاعر اور ادیب ایسے ہیں جنھوں نے اپنے شعبہ کو ایسی ترجیحی بنیادوں پر اپنے کلام میں شامل نہیں کیا جتنا ڈاکٹر موصوف نے کیا۔ انھوں نے اپنے شعبے کو اور اپنے رفقاء (ڈاکٹرز) کو صرف مسیحا ہی نہیں دکھایا بلکہ ان کے منفی پہلوؤں کی جانب بھی خوب توجہ دلائی۔ ڈاکٹر موصوف نے جہاں سرکاری ہسپتالوں کی حالت زار کا نقشہ کھینچا ہے وہیں ڈاکٹروں کا مریضوں کے ساتھ ناروا سلوک کا بھی ذکر کیا ہے۔ جہاں سرکاری اداروں پر طنز کیا ہے وہیں اپنے ہم پیشہ طبیبوں کی بھی خبر لی ہے۔ ان کی نظم پیٹوں جگر کو میں " اسی چیز کی ترجمانی کرتی ہے:

پہلے لگائے ٹیکے پرانی سرنج سے
کہتے ہیں اب سنبھالوں دریدہ جگر کو میں
"انجائنا" بھی ہے مجھے یرقان بھی مجھے

"حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں"
گلیاں ہیں ہسپتال کی پیچیدہ اور تنگ
ٹکراتا ہوں میں لوگوں سے جاؤں جدھر کو میں
خالی کرائی جیب مجھے دے کے مشورے
لینے دوائی جاؤں بھلا اب کدھر کو میں(۳)

ڈاکٹر مظہر عباس رضوی نہ صرف جسمانی امراض کی تشخیص کرتے ہیں بلکہ نوجوان نسل کو غلط سمت جانے سے ٹوکتے ہوئے بہت سے اخلاقی عوارض کا علاج کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ وہ آج کے نوجوان کو اقبال کا شاہین دیکھنا چاہتے ہیں۔ نئی نسل کو ان کے کرتوتوں کا آئینہ دکھاتے ہیں جس کے لیے وہ طنز و مزاح کا سہارا لیتے ہیں۔ ان کی نظم "دورِ جدید کے شاہین" اس امر کی عکاسی بہترین انداز میں کرتی ہے:

ذرا کرتوت شاہینوں کے دیکھو آشیانوں میں
ہیں سب انداز چیلوں کے نظر ہے آسمانوں میں
"عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں"
تو بٹوے عورتوں کے چھین کر جاتے ہیں تھانوں میں
کبھی زلفیں بڑھاتے ہیں کبھی تانے اڑاتے ہیں
یہ بال و پر نہ کام آئیں گے اب اونچی اڑانوں میں
پتہ چلتا نہیں ہر گز یہ شاہین ہے کہ شاہینہ
گلے میں ان کے لاکٹ ہے تو بُندے ان کے کانوں میں(۴)

ڈاکٹر موصوف نے انٹرنیٹ اور اس سے متعلقہ اشیا و آلات مثال کے طور پر چیٹ، کمنٹس، سٹیٹس جیسے الفاظ کو پُر مزاح انداز میں استعمال کیا ہے۔ اپنی جائے پیدائش یا جائے سکونت سے محبت اور لگاؤ انسانی فطرت ہے۔ انسان جس چیز سے محبت کرتا ہے اپنی گفتگو یا بیان میں اس کا ذکر کسی نہ کسی صورت لازمی کرتا ہے۔ ڈاکٹر مظہر عباس چونکہ اسلام آباد میں ہی پلے بڑھے، یہیں تعلیم حاصل کی اور بعد ازاں شہرِ اقتدار ہی میں ذریعہ معاش اپنایا۔ ساکنانِ اسلام آباد کو پولن الرجی اپنی لپیٹ میں لازمی لیتی ہے۔ مظہر عباس رضوی شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ڈاکٹر بھی ہیں لہذا وہ اپنے شہر کا ذکر کچھ اس انداز سے کرتے ہیں:

کیسا ستم ہے شہرِ گل و یاسمن کے لوگ
جشنِ بہاراں آج مناتے ہیں کھانس کے
قسمت کی بدنصیبی نہیں ہے تو کیا ہے یہ
آئی بہار اور گئے دن رومانس کے
ملتے نہیں مزاج تو حیرت ہو کیوں بھلا

انسان پوٹھوہار کے، پودے فرانس کے(۵)

ترقی پزیر ممالک کا ایک بڑا مسئلہ غربت ہے۔ یہاں نصف سے زیادہ آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ سماجی ناہمواری کا یہ عالم ہے کہ معاشرتی زندگی کو مختلف درجات میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ سرمایہ دار امیر سے امیر تر ہوتا جا رہا ہے جبکہ غریب غربت میں دھنسا جا رہا ہے۔ اس کے لیے خواہشات تو درکنار ضروریات کا پورا کرنا بھی ممکن نہیں رہا۔ بڑھتی بے روزگاری اور لحہ بہ لمہ سر چڑھتی مہنگائی نے غریب کے کس بل نکال دیے ہیں۔ حکومتی ٹیکسوں کے بڑھتے ہوئے نرخ نے کرایوں میں اور اضافہ کر دیا۔ڈاکٹر مظہر عباس اس ساری صورتِ حال جس میں ٹیکس منبع وماوٰی ہے کو یوں بیان کرتے ہیں:

لگ رہا ہے آج جیسے ہر دوا پر سیلز ٹیکس
ڈر ہمیں ہے کل نہ لگ جائے ہوا پر سیلز ٹیکس
عاشقِ خستہ جگر یوں گریہ و زاری نہ کر
یہ لگا دیں گے تیری آہ و بکا پر سیلز ٹیکس
اے خدا ہے التجا ، کر لے دعا فوراً قبول
اس سے پہلے کہ لگے میری دعا پر سیلز ٹیکس(۶)

ڈاکٹر مظہر عباس رضوی کی طنزیہ و مزاحیہ شاعری پر تیسری کتاب **"گڑ بڑ گھٹالہ"** ہے جو رضوی پرنٹرز، راولپنڈی سے ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئی۔ اس مجموعے کی سب سے خاص بات یہ ہے کہ اس میں ڈاکٹر موصوف ہسپتال سے باہر نکل آئے ہیں۔ ہسپتال اور اس سے منسلک افراد اور معاملات سے ہٹ کر انھوں نے معاشرے کے دوسرے پہلوؤں کو بھی طنز و مزاح کی لڑی میں پرو یا ہے۔ ڈاکٹر مظہر عباس رضوی نے چونکہ اپنی پہلی دو کتابوں کے بعد یہ کتاب تسلسل سے شائع کی اس کاوش نے انھیں ادبی حلقوں میں ایک باقاعدہ مزاح نگار کی حیثیت دلائی۔ انھوں نے معاصرین پر ثابت کیا کہ وہ کوئی پارٹ ٹائم شاعر نہیں بلکہ میدانِ مزاح نگاری کے مستقل کھلاڑی کی حیثیت سے آئے ہیں اور اپنا نام و مقام پیدا کر کے ہی دم لیں گے۔ ان کی تیسری کتاب میں شعبہِ طب کے ساتھ ساتھ سماجی و معاشی مسائل پر مشتمل ۲۷ نظمیں اور ۵۸ قطعات شامل ہیں۔

اردو ادب کے اکثر شعرا نے دوسرے شعراء کے اشعار کی تضمین کر کے مزاح پیدا کیا ہے۔ڈاکٹر مظہر عباس رضوی نے تضمین کرنے والے شعرا کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ وہ جب اپنی کسی نظم یا شعر کو دوسروں کی تضمین کردہ شکل میں دیکھتے ہیں تو افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کو بالکل وہی دکھ محسوس ہوتا ہے جو کسی کو اپنے مال کی چوری پر ہوتا ہے۔ ان کی نظم "غزل کا اغوا" شگفتہ پہلوؤں کی حامل ہے۔ اس نظم میں ڈاکٹر موصوف نے بہت خوبصورت مزاحیہ انداز میں تضمین پر فریاد کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ چوری کرنے والے شاعر نے میرے خیالات، میری ردیف اور قافیہ تک چرا لیے ہیں۔ سارق شاعر نے میرے کلام پر چوری نہیں ڈاکہ ڈالا ہے۔ اس بے دردی سے اس نے میری نظم کی زمین تک چرائی کہ پورا گلستان ہی اجاڑ کر رکھ دیا ہے۔ ان خیالات کے اظہار کا نمونہ ملاحظہ ہو:

غزل کہی تھی فقط میں نے جانِ جاں کے لیے
لکھی نہ تھی کوئی یارانِ نکتہ داں کے لیے
جو شعر سرقہ ہوئے کو بہ کو تلاش کروں
"میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں"
سناؤں کس کو میں دکھڑا ، کروں میں کیا فریاد
وہ میرے حصے کی بھی کھا گئے ہیں ساری داد
رپٹ یہ درج کراؤں گا جا کے تھانے میں
کہ ڈالو چوٹٹے شاعر کو جا کے تھانے میں(۷)

اردو ادب میں نظیر اکبر آبادی عوامی شاعر کے لقب سے جانے جاتے ہیں۔ انھوں نے عام آدمی پر نظمیں لکھ کر اس کے مسائل کو اپنی شاعری میں بیان کیا اور شہرت دوام حاصل کی۔ ڈاکٹر مظہر عباس رضوی نے بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دو نظمیں لکھیں جو ان کے مجموعے "گڑبڑ گھٹالہ" میں شامل ہیں۔ نظیر اکبر آبادی کی شہرہ آفاق نظم "سو ہے وہ بھی آدمی" کو اپنے پیشے سے متعلقہ اسلوب میں ڈھال کر "آدمی" کو "ڈاکٹر" سے بدل دیا۔ انھوں نے نظیر اکبر آبادی کی نظم کی بحر اور زمین میں ڈاکٹروں کی مختلف اقسام گنوائی ہیں۔ اس نظم میں طنز اور مزاح دونوں وافر مقدار میں موجود ہیں جو قاری کے مزاج میں شگفتگی کا باعث بنتے ہیں۔ انھوں نے نظیر اکبر آبادی کے نقش قدم پر لکھتے ہوئے اپنی نظم بعنوان "سو ہے وہ بھی ڈاکٹر" تخلیق کی ہے۔ اس نظم کا ایک بند ملاحظہ ہو:

ٹیکے لگا رہا ہے سو ہے وہ بھی ڈاکٹر
پڑیاں بنا رہا ہے سو ہے وہ بھی ڈاکٹر
ورزش کرا رہا ہے سو ہے وہ بھی ڈاکٹر
اُلّو بنا رہا ہے سو ہے وہ بھی ڈاکٹر
دولت کما رہا ہے سو ہے وہ بھی ڈاکٹر(۸)

ڈاکٹر مظہر عباس کی اس کتاب میں سابقہ کتب سے ہٹ کر معاشرتی پہلوؤں کو زیادہ اُجاگر کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ میں ہسپتال سے باہر کے دیگر موضوعات کو بیان کیا گیا ہے۔ انھوں نے سماج میں پیش آنے والے معاملات و واقعات کو اپنی شاعری کے قالب میں ڈھال کر پیش کیا ہے۔ ان موضوعات کو بیان کرتے ہوئے کہیں ستائش سے کام لیا ہے تو کہیں طنز کا وار بھی کیا گیا ہے لیکن اس دوران میں انھوں نے مزاح اور شگفتگی کا دامن نہیں چھوڑا۔ ڈاکٹر انعام الحق جاوید موصوف کی اس خوبی اور موضوعات میں تنوع پر اظہار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> "ڈاکٹر مظہر عباس کی موجودہ کتاب پڑھنے والے کے ہونٹوں کو ہی نہیں اس کی سوچ کو بھی ہنسنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ انھوں نے مختلف معاشرتی مسائل کو بڑے فنکارانہ انداز کے ساتھ اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔"(۹)

"گڑبڑ گھٹالہ" میں ان کا ایک قطعہ "گنجینہ" کے نام سے شامل ہے۔ اس قطعہ میں ڈاکٹر موصوف نے شعبہ طب سے اپنی وابستگی کا بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ انھوں نے مردوں کے گنجے پن کا ذکر کیا ہے کہ سر سے فارغ البال شخص اپنے آپ کو دوسروں سے کمتر سمجھتا ہے۔ ہمارے ملک میں اگر دیواری اشتہارات کو مد نظر رکھ کر کسی بیماری کا پتہ لگانا ہو یا معاشرے میں موجود طبیبوں کی قابلیت کی جانچ کرنی ہو تو ہمیں گنجے پن اور رنگ گورا کرنے والے مسائل ملتے ہیں۔ ڈاکٹر مظہر اسی احساس کمتری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کیسے گنجا شخص اپنے چند بالوں کو دیر تک سیٹ کرتا رہتا ہے اور ان گنتی کے بالوں کو سر پر جما کر اپنے آپ میں خوش ہوتا ہے۔ ان کا قطعہ ملاحظہ ہو:

سنوار لیتے ہیں ہاتھوں سے زلفِ بے پرواہ
یہ چند بال تو مَنت پذیر شانہ نہیں
یہ کیسی گنج ہے دیتے ہیں جس کا سب طعنہ
اگرچہ بالوں کا سر پہ کوئی خزانہ نہیں(۱۰)

رمضان المبارک مسلمانوں میں ایک مقدس مہینے کے طور پر جانا جاتا ہے۔ اس مہینے میں لوگ روزہ رکھتے ہیں اور اللہ کی عبادت میں مصروف ہوتے ہیں۔ اس مہینے میں لوگ عام دنوں سے زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں، لیکن جیسے ہی رمضان کا آخری روزہ افطار ہوتا ہے یہ موسمی مسلمان پھر سے پرانی ڈگر پر آجاتے ہیں۔ ڈاکٹر مظہر عباس رضوی نے اس صورتِ حال کو اپنے قطعات میں مزاحیہ اسلوب میں پیش کیا ہے:

ایک روزہ خور سے کہنے لگا اک روزہ خوار
کھیتیاں سب جسم و جاں کی اب تو ویراں ہوگئیں
دل ہوا کتنا مسلماں کچھ نہیں اس کی خبر
قُل ھواللہ پڑھ کے سب آنتیں مسلماں ہوگئیں(۱۱)

ڈاکٹر مظہر عباس کی طنزیہ ومزاحیہ شاعری کا چوکا ان کی کتاب "**ہنسپتالی شاعری**" سے پورا ہوتا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کا اہتمام بھی رضوی پرنٹرز، راولپنڈی سے ۲۰۱۰ء میں ہوا۔ ۱۷۲ صفحات پر پھیلا ان کا یہ شعری مجموعہ ہسپتال سے متعلقہ شاعری کا شگفتہ ذخیرہ لیے ہوئے ہے۔ انھوں نے کتاب کے نام میں ہی دو الفاظ ہسپتال اور شاعری کو جوڑ کر ایک نئی ترکیب کو جنم دیا ہے۔ اس کتاب کے توسط سے قاری ہسپتال کے بارے میں ایسے پہلوؤں اور گوشوں سے واقفیت حاصل کرتا ہے جو عام انسانوں کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں۔ اس میں وہ ڈاکٹری اور صحت عامہ کے حوالے سے چند سنجیدہ پہلوؤں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ صحت سے متعلق ملک کی بنائی گئی پالیسیوں کو طنز ومزاح کا نشانہ بناتے ہیں۔

شعبہ طب کے ڈاکٹر کی لکھائی پر معاشرے میں بہت باتیں کی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر کی لکھائی پر طرح طرح کے فقرے کسے جاتے ہیں۔ بڑے سے بڑا عالم شخص بھی ڈاکٹر کا لکھا ہوا نسخہ پڑھنے سے قاصر ہوتا ہے۔ بعض حضرات اس بات پر بھی حیراں ہوتے ہیں کہ ڈاکٹر

محض ایک لائن کا نسخہ لکھ کر بھاری فیس وصول کرتے ہیں۔ اس نسخہ کی اہمیت یہ ہے کہ اس کے بغیر قانونی طور پر کسی بھی فارمیسی کو دوا دینے کی اجازت نہیں ہے۔ڈاکٹر مظہر عباس رضوی ڈاکٹری نسخے کو اپنے منفرد انداز میں پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ڈاکٹری نسخہ ہے یا تعویذ ہے یہ پیر کا
"نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا"
ڈاکٹر سمجھے یا پھر کیمسٹ ہی جانے اسے
سیدھا رخ آتا نہیں ہر گز سمجھ تصویر کا
میری تحریریں سمجھ میں آسکیں سب کے اگر
راز کھل جائے گا میرے نسخہ اکسیر کا(۱۲)

جس طرح برائی ہمیشہ سے ہی خوش نما دکھائی دیتی ہے اسی طرح مضر صحت اشیاء میں بھی دلکشی اور زبان کا چسکا زیادہ پایا جاتا ہے۔ ٹی وی اور اخبارات میں ان کی خوشنمائی کو مزید اجاگر کیا جاتا ہے۔ڈاکٹر مظہر عباس رضوی بطور ایک ڈاکٹر اور ایک مزاح نگار ان چیزوں کا تدارک کچھ اس انداز میں بیان کرتے ہیں:

کہتے ہیں جن کو آپ "سافٹ ڈرنک"
"ہارڈ" ہوتے ہیں جسم و جاں کے لیے
کچھ نہیں ہے غذایت ان میں
ذائقے ہیں محض زباں کے لیے(۱۳)

ڈاکٹر مظر عباس رضوی کی پانچویں کتاب "**سخن ظریفی**" شمع بکس، فیصل آباد سے ۲۰۱۵ء میں شائع ہوئی۔ ایک عمدہ مصنف کے مانند انھوں نے اپنی اس ۱۹۰ صفحات پر مشتمل کتاب میں پوری کوشش کی ہے کہ ان پر مزاحیہ شاعری کے کسی ایک پہلو کی چھاپ نہ لگے انھوں نے اپنے اس مجموعے میں مختلف موضوعات کے رنگ بکھیرے ہیں۔ انھوں نے جتنے بھی موضوعات کو چھیڑا ہے ان میں سے کسی کو بھی پڑھ کر یہ محسوس نہیں ہوتا کہ ڈاکٹر صاحب کا انداز زبردستی اور مجبوراًبات کرنے والا ہے۔ ہر مصرع ان کے دل کی گہرائیوں سے نکلا محسوس ہوتا ہے۔ وہ اپنی طنز نگاری میں کسی کی دل آزاری نہیں ہونے دیتے بلکہ مزاح کی چاشنی سے قاری کے لبوں پر شیرینی بکھیرتے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر مظہر عباس رضوی کی شاعری کا دامن طنز کے موتیوں اور مزاح کے پھولوں سے بھرپور ہے۔ طنز ومزاحیہ شاعری کا ایک خاص وصف یہ ہے کہ زندگی کی سنجیدگیوں کو مزاح کے چٹکلوں میں پیش کرتی ہے۔ یہ دکھ میں بھی مسکرانے کا فن دیتی ہے۔ ڈاکٹر مظہر عباس کی شاعری بھی معاشرتی دکھوں کا ایسا پکوان جس کو انھوں نے مزاح کا تڑکا لگایا ہے۔ وہ بطور طبیب معاشرتی بیماریوں کا تجزیہ کر کے ان کو اپنے مخصوص اسلوب میں مزاح کی شکر میں لپیٹ کر افرادِ معاشرہ کی شفایابی کا سامان کرتے ہیں۔ اپنے خیالات کو دلچسپ پیرائے میں پیش کرتے ہیں۔ سیاسی لیڈروں پر مزاحیہ انداز میں طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کہا کسی نے کہ بے شک ہمارے یہ لیڈر
ہیں فخرِ قوم مگر سب بغیر "ف" کے ہیں(۱۴)

ڈاکٹر مظہر عباس رضوی نے ان تمام عمومی موضوعات پر قلم اٹھایا ہے جو براہ راست ان کی نظر میں آئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک حساس ادیب کی مانند ان تمام مسائل اور معاشرتی پہلوؤں کو زیر قلم لائے جن سے عام آدمی متاثر ہوتا ہے۔ اپنی تخلیقی انفرادیت کی بنا پر ڈاکٹر رضوی ادبی حلقوں میں ہر خاص و عام کے پسندیدہ شاعر ہیں۔ آپ کی شاعری صرف ہنسنے ہنسانے کے لیے نہیں بلکہ یہ چہرے پر مسکراہٹ پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ دل و دماغ کے پردے بھی اٹھاتی ہے اور سوچ کے نئے در وا کرتی ہے۔ یہی ایک اعلیٰ قلم کار کی نشانی ہے کہ وہ اپنی بات کو دوسروں کے دل و دماغ میں اتارے اور انھیں سوچنے پر مجبور کرے اور فکری بیداری کے ذریعے مائل بہ عمل کرے۔ وہ ملک کو لوٹنے، میں اس کو نقصان پہنچانے اور عوام پر ظلم کرنے میں کسی ایک سیاسی پارٹی یا فرد واحد کو ذمہ دار نہیں ٹھہراتے بلکہ وہ اس نظام پر چوٹ کرتے ہیں جنھوں نے عوام کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ اپنی ایک نظم میں لکھتے ہیں:

ہم کو مشکل ہوگئی روٹی بھی ترکاری کے ساتھ
کھاتے ہیں زردار زردہ برق رفتاری کے ساتھ
دیگ ہے حلوے کی اور ہے "فضل رحمانی" بہت
مولوی کھائیں نہ کیوں ہوکے کی بیماری کے ساتھ
ہے زمین اپنے وطن کی ساری اپنی ملکیت
خاکیوں کی نبھ رہی ہے خوب پٹواری کے ساتھ
کیا بنے گا اس کا جس کے رہنما ہوں راہزن
ہاتھ سارے کر گئے اس قوم بے چاری کے ساتھ(۱۵)

اصلاحِ قوم کے لیے طنز اور مزاح کا سہارا لیتے ہوئے ڈاکٹر مظہر عباس اصلاح طلب امور کی جانب توجہ مبذول کرواتے ہیں۔ ان کا مقصد اپنی شاعری کے ذریعے صرف قہقہے بلند کرنا نہیں بلکہ ان قہقہوں کو جب پھوڑا جائے تو اس میں سے آنسو نکلتے ہیں۔ یہی ان کا اصل مدعا و مقصد ہے کہ قوم کے اجتماعی شعور کو جھنجھوڑا جائے۔ قوم و ملت کا جو دکھ وہ محسوس کرتے ہیں اس دکھ سے دوسروں کو بھی آشنا کیا جائے تا کہ اجتماعی شعور کی ایک لہر دوڑ سکے۔ وہ قوم کی اس اجتماعی بے حسی کو بھی اپنی شاعری میں جگہ دیتے ہیں کہ نت نئی آفات آنے کے باوجود اس قوم کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ایک مثال ملاحظہ ہو:

کوئی سنتا ہی نہ تھا حرص و ہوس کے شور میں
ہم بہت چیخے مگر اک نرخرہ کم پڑ گیا
پھر وہی دورِ طرب ہے پھر وہی عیش و نشاط
ہم کو عبرت کے لیے اک زلزلہ کم پڑ گیا(۱۶)

سائنس اور ٹیکنالوجی کے انسانی زندگی پر اثرات کو دلچسپ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ ایجادات نے انسانی زندگی پر جہاں منفی اثرات چھوڑے ہیں وہیں مثبت اثرات بھی ڈالے ہیں۔ مواصلات میں نت نئے رجحانات کی بدولت بہت تیزی آگئی ہے۔ انٹرنیٹ کی آمد نے انسانی زندگی میں فاصلوں کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے اب دیس پردیس کا وہ دکھ نہیں رہا جس سے پہلے وقتوں میں لوگ دوچار ہوتے

تھے۔ آج پوری دنیا انسان کی ہتھیلی پر آگئی ہے ایک بٹن کے دبانے سے دنیا کے کسی بھی کونے میں رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ فیس بک جو نوجوانوں اور بزرگوں، طلبا اور اساتذہ دونوں میں مقبول ہے اپنی افادیت سے کسی کو انکاری نہیں ہونے دیتی۔ ڈاکٹر مظہر بھی اس کے منفی اور مثبت پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

جو بھی کرنی ہو پڑوسن سے وہ ہر اک بات ڈال
فیس بک پر اب محلے بھر کے تُو حالات ڈال
ہو کہیں ختنے، عقیقے، عقد یا مہندی کی رسم
بے جھجھک اب ساری تصویریں بہ عنوانات ڈال[۱۷]

ڈاکٹر مظہر عباس رضوی کی شاعری میں ظرافت کا جہاں دیگر بسا ہوا ہے۔ روانی اور بے ساختگی کے ساتھ ساتھ زبان و بیان پر مکمل گرفت رکھتے ہیں۔ انہوں نے واقعاتی مزاح کے ساتھ ساتھ الفاظ کے ذریعے بھی مزاح پیدا کیا ہے۔ ان کے اسلوب مین پائی جانے والی ظرافت کی روسب کچھ بہا کر لے جاتی ہے اور ان انکی طنز میں کہیں کہیں غم و غصہ بھی پایا جاتا ہے۔ جس میں کبھی کبھار ہم دردی کی جگہ نفرت اور حقارت کا گماں ہونے لگتا ہے لیکن اس کا سبب ان کے پر خلوص جذبات ہیں۔ وہ جب معاشرتی برائیوں اور کج رویوں پر قلم اٹھاتے ہیں تو بے خطر لکھتے چلے جاتے ہیں۔ ان کا بے دھڑک اندازِ تحریر ان کے کلام کی ایک الگ شان اور سج دھج دکھاتا ہے۔ ایسی زندہ دلی پیدا ہوتی ہے کہ ہر طرف مسرتیں اور قہقہے بکھرتے چلے جاتے ہیں:

میں کھانا چاہوں تو ایک بار کھینچ لیتا ہے
پڑوسی شاخ ثمر دار کھینچ لیتا ہے
ہماری بات مکمل بھی ہو نہیں پاتی
ستم ظریف کوئی تار کھینچ لیتا ہے
بٹھا کے ہم کو تسلی سے راہبر اپنا
ہمارے نیچے سے رہوار کھینچ لیتا ہے
کہ اب تو جینے بھی دیتا نہیں گرانی کا جن
نوالہ منہ سے وہ ہر بار کھینچ لیتا ہے[۱۸]

ہمارے معاشرے میں انسان کی زندگی میں واضح تبدیلی شادی کے بعد آتی ہے۔ شادی سے پہلے والے جانو کہلوانے والے بعد میں بھی جانو کہلاتے ہیں مگر "ر" کے اضافے کے ساتھ۔ شادی سے پہلے جو سہانے خواب طرفین نے دیکھے ہوتے ہیں ان کا بلبلہ شادی کی رسومات کی تکمیل کے چند دن بعد ہی پھوٹ جاتا ہے۔ خیالی دنیا سے عملی زندگی کا سفر ایک جست میں طے ہو جاتا ہے لیکن دونوں میں فرق روشن دن اور تاریک رات کا ہوتا ہے۔ شادی سے پہلے جس بناوٹی رکھ رکھاؤ اور دکھاوے کی دنیا بسائی جاتی ہے وہ عملی زندگی میں قدم رکھتے ہی اجڑنا شروع ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر مظہر عباس رضوی نے اس صورتِ حال کو موضوع بنا کر اپنی شاعری میں ان بناوٹی حقائق کی پردہ کشائی کی ہے۔ اس ضمن میں ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

بتائیں کیا شادی کی خوشی بس دو گھڑی کی تھی
کہ بعدِ عقد ساری خوش نمائی کا نقاب اترا
وہ دونوں اجنبی اک بار پھر سے اجنبی ٹھہرے
دلہن کا منہ دھلا، اور دولہا بھائی کا خضاب اترا(۱۹)

ڈاکٹر مظہر عباس رضوی کی کتاب "ظریفانہ آئے ہنسا کر چلے" ۲۰۲۱ء میں انٹرنیٹ پر آئی۔ ۴۳۸ صفحات پر مشتمل ای بک ہے جو انٹرنیٹ پر قارئین کے لیے دستیاب ہے۔ شگفتہ تحریروں پر مشتمل اس گلدستے میں ۶۸ غزلیں، ۸۲ نظمیں اور ۱۳۸ قطعات شامل ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد ڈاکٹر صاحب کی مزاحیہ شعری تصنیفات کا چھکا مکمل ہوا۔ ڈاکٹر مظہر عباس رضوی کی شاعری طنز و مزاح کی عکاسی ہے۔ وہ اپنے گردوپیش میں ہونے والے واقعات کا گہرا مشاہدہ کرتے ہیں اور پھر شاعری میں اپنے پُر مزاح اسلوب میں مہارت سے پیش کرتے ہیں۔ زیادہ تر مزاح نگار موضوعات کی کمی کا شکار ہوتے ہیں اور ایک جیسے موضوعات پر ہی لکھتے ہیں لیکن ڈاکٹر مظہر عباس نے معاشرے کے متنوع موضوعات اور زندگی کے بیشتر پہلوؤں پر لکھا ہے۔

آج معاشرے کا ہر شخص اپنی تعریف و مدح سرائی سے خوش ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تنقید اور برائی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ خوشامد پر عمل ہونے کے پیچھے بھی ایک بڑا سبب یہی نفسیاتی پہلو ہے کہ کس طرح لوگوں کو متاثر کیا جاسکے۔ اس طرح سے لوگوں کو متاثر کر کے کوئی شخص فوری طور پر یا دیرپا تعلقات اور معاملات سے فوائد حاصل کر سکتا ہے۔ ڈاکٹر مظہر عباس رضوی نے اس رویے کو اپنی شاعری میں بہت لطیف پیرائے میں بیان کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے دیہاتوں کے مقابلے میں شہروں کے گھروں پر طنز کیا ہے کہ یہ بہت تنگ و تاریک ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر مظہر عباس نے انہیں جیل سے تعبیر دی ہے۔ خوشامد اور گھرانوں کے اس موازنے کو ڈاکٹر مظہر عباس رضوی نے اپنی ایک غزل میں بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں ان کی غزل سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

پھسل جاتے ہیں اس پر سے بڑے نامی گرامی بھی
خوشامد میں عزیزم اِس قدر چکنائی ہوتی ہے
گھروندے جیل کی مانند ہی لگتے ہیں شہروں میں
نہ ان میں صحن ہوتے ہیں نہ اب انگنائی ہوتی ہے(۲۰)

ڈاکٹر مظہر عباس رضوی اپنے وسعت مطالعہ کے سبب مسائل کو مذہبی، ثقافتی، معاشی اور معاشرتی تناظر میں کئی زاویوں سے دیکھتے ہیں اور ان کی اثر آفرینی کا جائزہ لیتے ہیں۔ وہ ان مسائل کو اپنی شاعری میں نہایت مہارت سے موضوع سخن بناتے ہیں اور بقدرِ ضرورت شیریں اور ترش الفاظ کے استعمال سے بیان کرتے ہیں۔ وہ حقائق کو بیان کرتے ہوئے گھبراتے نہیں بلکہ اپنے شعبہ طب کو بھی آڑے ہاتھوں لیتے ہیں۔ کسی بھی پہلو کی مثبت اور منفی خوبیوں کو اجاگر کرتے ہیں۔ وہ بڑی صاف گوئی سے معاشرے کے پیچیدہ معاملات اور ابتر صورتِ حال کو مضحک انداز میں ناقدانہ اشعار میں ڈھالنے کا فن جانتے ہیں۔ شعبہ طب میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ ڈاکٹر سرکاری ہسپتالوں میں مریضوں کو کس بے پرواہی سے ٹالتے رہتے ہیں جبکہ وہی مریض جب ان کے ذاتی شفاخانہ پر جاتا ہے تو اس کا تفصیلی معائنہ

کرتا ہے۔ ذاتی مطپ پر یہی اُس وقت دنیا کا سب سے خوش طبع، نرم مزاج اور ملنسار شخص کے روپ میں نظر آتا ہے۔ اس ضمن میں تفصیلی معائنہ اور ڈاکٹروں کے بھاری معاوضوں کی وصولی کی صورتِ حال کا عکس درج ذیل اشعار میں ملتا ہے:

ڈاکٹر صاحب بھی مظہر واقفِ اسرار ہیں
راستے پہچان لیتے ہیں وہ سنگِ میل سے
دل کی دھڑکن کے بہانے جیب پہ رکھتے ہیں ہاتھ
کہتے ہیں اب دیکھنا قلب کو تفصیل سے (۲۱)

دورِ حاضر میں بہت بڑا مسئلہ ہماری قوم اور نسلِ نو کا سستی، کاہلی اور "پیراسائیٹک" رویہ ہے۔ افتادِ زمانہ کی تندی اور جدید ٹیکنالوجی نے جہاں بہت سی آسانیاں پیدا کی ہیں، وہیں حیاتِ انسانی کو بے شمار مسائل سے دوچار کیا ہے۔ بے پناہ آسانیوں نے انسان کو اتنا سہل پسند بنادیا ہے کہ وہ حرکت و عمل اور جدوجہد کے لیے آمادہ نہیں ہے۔ نوجوان نسل کو اقبال نے حرکت و عمل کا جو درس دیا تھا وہ اسے بھلا بیٹھے ہیں اس صورتِ حال میں ڈاکٹر مظہر عباس رضوی قوت تخیل سے کام لیتے ہیں اور شکوہ اقبال تخلیق کرتے ہوئے مزاح کی آڑ میں نسلِ نو کے ضمیر پر ہلکی سی چوٹ کرتے ہیں:

حضرتِ اقبال نے شکوہ کیا یوں عرش سے
نوجوانو! لو تمہیں چھوڑا تمہارے حال پر
میری خواہش تھی کہ تُم ڈالو ستاروں پر کمند
اور ادھر بیٹھے ہو تُم تاروں پہ کُنڈے ڈال کر (۲۲)

ڈاکٹر مظہر عباس رضوی کی شاعری میں طنز و مزاح کے عناصر اس خوبصورتی س پیش کیے گئے ہیں اندرونِ ملک کے علاوہ سرحد پار بھی شعر و ادب سے لگاؤ رکھنے والے افراد ان کے اس ہنر کو سراہتے ہیں۔ ڈاکٹر رضوی کا تعارف شعبہ طب کے ساتھ ساتھ بطور طنز و مزاح شاعر بھی بن چکا ہے۔ بھارت سے ڈاکٹر اعجاز پاپولر میرٹھی، سید مظہر عباس رضوی کی شاعری کے بارے رقم طراز ہیں:

> ”ڈاکٹر عباس بہت زُود گو شاعر ہیں۔ ہندوپاک کے بہت سے مزاح گو شاعر میرے مطالعہ میں رہے ہیں لیکن جو منفرد بات میں نے ڈاکٹر مظہر عباس کی شاعری میں محسوس کی ہے۔ وہ ان کے موضوعات کا چناؤ ہے۔ جن موضوعات پر آپ نے لکھا وہ ان چھوئے ہیں۔“ (۲۳)

تکرار لفظی کسی بھی تحریر میں ایک عیب کے مانند سمجھی جاتی ہے۔ نثر ہو یا شعر ایک ہی لفظ کو بار بار دہرایا جانا قاری کی طبیعت پر ایک ناخوشگوار احساس چھوڑتا ہے۔ ہر مصنف اس سے اجتناب برتنے کی حتی الوسع کوشش کرتا ہے تاکہ تحریر کا حسن اور تاثر ماند نہ پڑے۔ یہ لکھنے والے کا کمال ہوتا ہے کہ الفاظ کا چناؤ اور سب سے بڑھ کر ان کا استعمال کیسے کیا جائے۔ الفاظ کا حسنِ انتخاب اور حسنِ ترتیب و استعمال تحریر میں دلچسپی بھی پیدا کرتا ہے اور خوبصورتی بھی۔ ڈاکٹر مظہر عباس اس معاملے میں ایک کامیاب قلم کار کے طور پر نظر آتے ہیں انھوں نے تکرار لفظی کا استعمال بہترین انداز میں کیا ہے ان کے کلام میں مزاح فطری طور پر موجود ہے وہ کبھی شعر کے

ساتھ کھینچا تانی نہیں کرتے وہ اپنے فطری اندازِ تحریر میں لکھتے جاتے ہیں۔ پلٹ کر دیکھنے سے یہی الفاظ ایک خوبصورت شعر، غزل اور نظم کا روپ دھارے بیٹھے ہوتے ہیں۔ تکرارِ لفظی کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

سر کہا اور پل پڑا سر پر
دائیں بائیں بہت گھمایا سر
بال سر کا وبال بنتے گئے
ہم کو ہرگز نہ راس آیا سر
نائی کہیے، خلیفہ کہیے انھیں
ہوئی حجام کی رعایا سر
بال تھے یا کوئی تھی فوجِ غنیم
ایسے حجام نے گرایا سر
باندھ کر ہم کو استرا لایا
ہم نے کرسی سے جب لگایا سر[۲۴]

ڈاکٹر مظہر عباس رضوی نے اپنی شاعری میں کئی جگہ پر دلچسپ تراکیب سے بھی مزاح پیدا کیا ہے۔ بعض نظموں میں متضاد زبانوں کے الفاظ سے بھی تراکیب بنا کر انھیں اپنے موضوع کی وسعت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ایک ایسی ہی ترکیب درج ذیل ہے:

دیکھیے ماہر ہمارے "ہسپتالی لیب" کے
آپ دیں "Urine" وہ دیں گے نتیجہ خون کا[۲۵]

اُردو ادب میں یہ بات عموماً مشاہدہ میں آتی ہے کہ مزاح نگار ایک زبان کے الفاظ کے ساتھ دوسری زبان کے الفاظ کا استعمال ایسی چابک دستی اور فنکاری سے کرتا ہے کہ خود بخود مزاح کے فوارے سے شگفتہ لہریں اٹھنے لگتی ہیں۔ یہ طریقہ بہت سے مزاح نگاروں نے اپنایا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اردو ادب کا دامن ایسے افراد سے بھی بھرا پڑا ہے جن کا اصل شعبہ کوئی اور تھا جو عملی طور پر تعلیم کے علاوہ کسی اور محکمے سے وابستہ تھے اور جن کی زیادہ تر عمر اردو سے دور گزری لیکن ان لوگوں نے اردو ادب کی خدمت احسن انداز میں کی۔ ان جملہ افراد کے اردو ادب (طنز و مزاح) میں کیے گئے کام کی فہرست مرتب کی جائے تو بہت سے نام پے در پے آتے چلے جاتے ہیں۔ دورِ قدیم میں یہ فہرست کرنل محمد خاں کو لیفٹیننی کی وردی میں دکھاتی ہے تو شفیق الرحمٰن کو قہقہے بانٹتے ہوئے منظرِ عام پر لاتی ہے۔ سُوٹ بُوٹ میں ملبوس انگریزی ادب کا رسیا پطرس بخاری اردو طنز و مزاح میں اپنا خاص معیار قائم کر گیا تو سارا دن دولت کے انتظام و انصرام میں گزارنے والے مشتاق احمد یوسفی کی منفرد تحریریں جہانِ اردو کی سلطنتِ ظرافت میں اپنا سکہ بٹھاتے دکھائی دیتی ہیں۔ اکیسویں صدی میں ڈاکٹر یونس بٹ طنز و مزاح سے بھرپور مقوی تحریروں سے شگفتہ ادب کے متلاشیوں کی اشتہائے ظرافت کو ہوا دیتے ہیں۔ ڈاکٹر مظہر عباس رضوی انگریزی دواؤں پر مشتمل جسمانی مریضوں کے لیے نسخے لکھتے ہیں تو اپنی مزاحیہ شاعری میں لطیف

پیرائے میں سبھی تحریروں سے ذہنی و قلبی بالیدگی کا بندوبست کرتے ہیں۔ ان کی شاعری فنی دسترس، موضوعات کی وسعت کے ساتھ ساتھ قومی زوال کی دردمندی پر دل جلانے اور قہقہوں کی صورت میں اُن کی اشکباری کا بہترین مرقع پیش کرتی ہے۔ وہ معاشرتی گھٹن کے انخلا کے لیے ظرافت کو بروئے کار لاتے ہیں۔ اس کی ترجمانی ان کے اپنے ایک شعر سے ہوتی ہے:

اس حبس زدہ جسم میں یہ روح نہ رہتی
مظہر جو ظرافت کے ہوادان نہ ہوتے(۲۶)

ڈاکٹر مظہر عباس کی شاعری میں قہقہوں کی گونج بھی ہے اور سسکیوں کی آہٹ بھی۔ وہ اپنے سامع کو ہنسی کے ساتھ ساتھ فکر انگیزی پر بھی مجبور کرتے ہیں۔ وہ ایک دردِ دل محسوس کرنے والے طبیب ہیں جو اپنے مریض کو کڑوی کسیلی دوا صرف اس کی بھلائی کے لیے دیتا ہے۔ ایک ایسا طبیب جو سوئی بھی دوسروں کی بھلائی کے لیے چبھوتا ہے لیکن چبھن کا درد مٹانے کے لیے اسپرٹ کا استعمال کرتا ہے یہی کام ڈاکٹر رضوی اپنی شاعری سے بطور سماجی طبیب کے کر رہا ہے۔ وہ اپنے طنز کی نوکیلی نوک لازمی چبھوتے ہیں، فاسد مادوں کی بیخ کنی کے لیے طنز کا نشتر حرکت میں لاتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر وہ سخت اور کاٹ دار لہجے سے سرجری بھی کرتے ہیں لیکن اس سارے عمل کے دوران میں مزاح کا پھاہا ساتھ ساتھ رکھتے ہیں۔ مزاح کی شیرینی میں لپٹی طنز کی تلوار معاشرتی کج رویوں، ناانصافیوں اور احساس شکن جذبات کی بیخ کنی کرتی نظر آتی ہے۔

حوالہ جات

1. ڈاکٹر مظہر عباس رضوی: ''ہوئے ڈاکٹری میں رسوا'' کلاسیکل پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۱۹۹۹ء، ص ۶۸
2. ڈاکٹر مظہر عباس رضوی: ''دوا بیچتے ہیں'' جادواں پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء، ص ۱۱
3. ایضاً، ص ۴۵
4. ایضاً، ص ۷۵
5. ایضاً، ص ۹۹
6. ایضاً، ص ۱۰۵
7. ڈاکٹر مظہر عباس رضوی: ''گڑبڑ گھٹالہ'' رضوی پبلشرز، اسلام آباد، ۲۰۰۵ء، ص ۴
8. ایضاً، ص ۲۸
9. ڈاکٹر انعام الحق جاوید: ''مزاح ایون'' کا نیا کھلاڑی، مشمولہ: ''گڑبڑ گھٹالہ'' دیباچہ ص ن
10. ایضاً، ص ۱۳۰
11. ایضاً، ص ۱۵۸
12. ڈاکٹر مظہر عباس رضوی: ''ہنسپتالی شاعری'' رضوی پرنٹرز، اسلام آباد، ۲۰۱۰ء، ص ۲۷

13. ایضاً، ص۱۰۹

14. ڈاکٹر مظہر عباس رضوی: "سخن ظریفی" شمع بکس، فیصل آباد، ۲۰۱۵ء، ص ۱۲

15. ایضاً، ص۱۹

16. ایضاً، ص۱۲۸

17. ایضاً، ص۱۶۳

18. ایضاً، ص۱۱۴-۱۱۵

19. ایضاً، ص۱۶۵

20. https://archive.org/details/zareefana-aay-hansa-kar-chaly:5 Apr. 2023, Time:8:30 p.m, P, 68

21. ایضاً، ص۳۱۲

22. ایضاً، ص۳۵۳

23. پاپولر میرٹھی: "طنز و مزاح کا البیلا شاعر" مشمولہ "ظریفانہ آئے ہنسا کر چلے" (مصنف) ڈاکٹر مظہر عباس رضوی، ای بک ۳۲

24. ڈاکٹر مظہر عباس رضوی: "دوا بیچتے ہیں" ص۱۲۱

25. ڈاکٹر مظہر عباس رضوی: "ہنسپتالی شاعری" ص۲۴

26. ڈاکٹر مظہر عباس رضوی: "سخن ظریفی" ص۲۰